البلاغ القاسمی

اسلام ہمارا پسندیدہ مذہب کیوں؟

مصنف

مولانا احمد حسین قاسمی حفظہ اللہ

PUBLICATIONS
AL IDRAAK — Naved Ahmad

اسلام ہمارا پسندیدہ مذہب کیوں؟ قسط 6

6/22/2026 07:05:00 PM

باسمہ تعالی عز اسمہ

==================================

دلیل/10 مذہب اسلام کی فوقیت

__باعتبار عدالت وشہادات__

مذہب اسلام کا پیمانہ عدل و انصاف بھی بے نظیر و بے مثال ہے، جہاں اپنوں اور پرائیوں کے لئے، دوستوں اور دشمنوں کے لئے، عزیز و اقارب اور اجنبی و پردیسی وغیرہ کے لئے اجتماعی یا انفرادی زندگی کے کسی بھی شعبہ میں

عدل و انصاف کا الگ الگ پیمانہ نہیں ہے،جبکہ دنیا کے تمام ادیان ومذاہب کے پاس اپنا وغیر اور قریب و بعید کے لئے الگ الگ پیمانے ہیں، اب ذرا بطور نمونہ چند آیات و روایات کا مطالعہ کریں اندازہ ہو جائے گا کہ مذہب اسلام کے اندر عدل وانصاف کا پیمانہ اس قدر بلند ہےکہ دنیا کا کوئی اور مذہب: مذہب اسلام کی خاک پا سے بھی ہم سری کرتا نظر نہیں آتا، ارشاد ربانی ہے،،

یایہا الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ، ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین،إن یکن غنیا اوفقیرا فاللہ اولی بھما، فلا تتبعوا الھواء ان تعدلوا، وإن تلؤوا اوتعرضوا فان أللہ کابما تعملون خبیرا،،

اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور خدا کے لئے سچی گواہی دو، خواہ اس میں تمہارا، یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ اگر کوئی امیر ہے یا فقیر تو خدا ان کا خیر خواہ ہے۔ تو تم خواہش نفس کے پیچھےچل کر عدل کو نہ چھوڑ دینا۔اگر تم پیچیدہ شہادت دوگے یا بچنا چاہو گے تو جان رکھو خدا تمہارے سب کاموں سے واقف ہے،،

لہذا قاضی پر واجب ہے کہ مدعی اور مدعی علیہ دونوں سے مساویانہ سلوک کرے، بیٹھنے اور کسی کیطرف متوجہ ہونے میں امتیاز سے کام نہ لے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھا کی روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص قاضی ہونے کی مصیبت میں مبتلا کر دیا جائے تو فریقین کی نشست، اشارہ، اور

نظر میں مساوات رکھے، کسی ایک پر دوسرے سے زیادہ نہ چیخے" یعنی لب ولہجہ اور آواز میں بھی دونوں کے ساتھ مساوی سلوک کرے" رواہ اسحاق بن راہویہ"ـــــفی المسند والدار قطنی"

نیز خالص اللہ کیلئےگواہی دو اور شہادت اداء کرو، کوئی دنیاوی اور نفسانی غرض شامل نہ ہو، خواہ تمہاری گواہی خود تمہارے خلاف پڑے یا تمہارے ماں باپ اور اقرباء کے خلاف پڑے تم شہادت نہ چھپاؤ۔ حق کہو! نہ کسی دولت مند کی دولت اداء شہادت سے مانع ہو، نہ کسی محتاج کا افلاس موجب رحم، اور رہا وہ شخص جس کے خلاف شہادت دی جا رہی ہے تو وہ غنی ہو یا محتاج، تم شہادت سے نہ رکو، کسی مالدار کی دولت یا غریب پر رحم کرنے کی وجہ سے گواہی میں کجی نہ اختیار کرو۔ تمھا رے بالمقابل ان دونوں سے اللہ رب العزت کا تعلق زیادہ ہے، غنی اور فقیر دونوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، اور امیر یا غریب بنایا ہے، اگر ان کے فائدے یا نقصان کی شہادت مصلحت کے خلاف ہوتی تو اللہ شہادت کا قانون جاری ہی نہ کرتا، چونکہ اللہ کا تعلق غریب اور امیر دونوں سے زیادہ ہے وہی دونوں کا خالق' رازق، رب اور کرتا دھرتا ذمہ دار ہے،اور اس نےواقعی شہادت کاحکم دیا ہے اسلئے کسی کو فائدہ پہنچے یا ضرر تم سچی شہادت دو، اور اپنی خواہش نفس کا اتباع نہ کرو! کہ کہیں تم حق سے ہٹ جاؤ، یا عدل سے مڑ جاؤ، اسلئے کہ حق سے ہٹ جانا اور عدل سے مڑ جانا برا ہے، لہذا تم اپنی خواہش پر نہ چلو تاکہ تم حق اور عدل پر قائم رہو۔ اور اگر تم کج بیانی کرو گے یعنی شہادت میں کجی اختیار

کرو گے، اور سچی شہادت سے زبان پھیر لو گے۔ یا یہ کہ اگر تم اپنی شہادت دوسروں کے سپرد کر دو گے، یعنی ادائے شہادت کو دوسروں کا تابع بنا دوگے،یا بقول بعض: اے حاکمو اگر تم اپنا رخ کسی ایک فریق کی طرف جھکا دوگے، اور صرف مدعی یامدعی علیہ کیطرف مائل ہو جاؤ گے، یا حق شہادت اور منصفانہ حکومت سے رو گردانی کرو گے تو یاد رکھو کہ بلا شبہ اللہ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے، وہ تمھیں اس پر سزا دے گا۔

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے،،

اے ایمان والوں!خدا کیلیے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جایا کرو۔ اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو۔ انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے اور خدا سے ڈرتے رہو۔ کچھ شک نہیں کہ خدا تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے،،

اے ایمانووالو ! اللہ تعالیٰ کے لئے پوری پابندی کرنےوالے، انصاف کے ساتھ شہادت ادا کرنے والے رہو ‘ یعنی خود اپنی ذات اور دوستوں کے خلاف بھی عدل اور سچائی کے ساتھ شہادت دینے کے لئے کھڑے ہوجاؤ۔ کسی کی عداوت تم کو اس بات پر بر انگیختہ نہ کرنے پائے کہ تم عدل نہ کرو،

مطلب یہ کہ: مشرکوں سے تمہاری سخت عداوت تم کو اس امر پر آمادہ نہ کردے کہ ان کے سلسلہ میں تم عدل کو چھوڑ بیٹھو اور حدجواز سے آگے بڑھ کر مشرکوں کے ساتھ ایسی حرکتیں کرنے لگو جو تمہارے لئے ناجائز ہیں، مثلاً مقتول مشرک کے ناک کان کاٹنا مشرکوں کی عورتوں کو

قتل کرنا، بلا ثبوث زناکی تہمت لگانا، کئے ہوئے معاہدہ کو توڑنا وغیرہ۔ اس لئے عدل ہر چیز سے زیادہ تقویٰ کے قریب ہے۔ لہذا ماموارت ومنہیات کے عمل وترک میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔ پس وہ تمھارے اچھے برے اعمال کی جزا و سزا ضرور دیگا___تفسیر مظہری

آج دنیاکی وہ تمام عدالتیں جواسلامی قانون عدالت اور قرآنی تعلیمات سے برگشتہ ہیں، ان عدالتوں میں ایک نیک طبیعت اور نیک فطرت انسان گواہی کے لئے جانے سے ڈرتا ہے، اور اگر ایسے کسی موقعہ پر موجود ہوتا ہے تو واقعہ سے نظر بچا کر بھاگتا ہے کہ کہیں گواہ نہ بننا پڑے، اس لئے کی واقعہ کی تحقیق کے پہلے دن سے پولیس آئے دن اس قدر حیران کرتی ہے کہ اس کا کاروبار، کہیں آنا جانا اور کھانا پینا تک دشوار ہو جاتا ہے، اور اگر معاملہ عدالت میں پہنچتا ہے تو پھرتاریخوں پر تاریخیں پڑتی ہیں اور ہر تاریخ پر حاضری کی وجہ سے اس بے چارے کو نا کردہ گناہ کی سزا بھکتنی پڑتی ہے،

مگر قربان جائیں مذہب اسلام کے نظام عدالت اور قانون شہادت پر، امام تفسیر ابوحیان نے بحر محیط کے اندر جو تفصیل ذکر کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو عدل و انصاف سے روکنے اور ظلم وجود میں مبتلا کر نے کے عادتاً دو سبب ہوا کر تے ہیں، ایک اپنے نفس یا اپنے دوستوں، اور عزیزوں کی طرفداری، یا کسی شخص کی دشمنی وعداوت۔

سورة نساء کی" مذکورہ بالا پہلی" آیت کا روئے سخن پہلے مضمون کی طرف ہے اور سورة مائدہ کی"مذکورہ بالا دوسری" آیت کا روئے سخن دوسرے مضمون کی طرف ہے،

اسی لئے سورة نساء میں قیام عدل وانصاف کی تاکید کےبعد ارشاد فرمایا "ولوعلی انفسکم اوالوالدین والأقربین" یعنی عدل وانصاف پر قائم رہو، چاہے وہ عدل وانصاف کا حکم خود تمہارے نفوس یا تمہارے والدین اور عزیزوں اور دوستوں کےخلاف پڑے۔ اور سورة مائدہ کی آیت میں حکم مذکور کے بعد ارشاد ہے " ولا یجرمنکم شنأن قوم علی الا تعدلوا" یعنی کسی قوم کی عداوت و دشمنی تمہیں اس پر آمادہ نہ کر دے کہ تم انصاف کے خلاف کرنے لگو۔

یہی وجہ ہےکہ سورۂ نساءکی آیت میں قسط یعنی انصاف کو مقدم لائے، اور سورة مائدہ کی آیت میں للہ کو مقدم ذکر فرمایا، اگرچہ یہ دونوں عنوان ایک ہی مضمون اور نتیجہ کو بیان کرتے ہیں، کیونکہ جو شخص انصاف پر کھڑا ہوگا، وہ اللہ ہی کے لئے کھڑا ہوگا۔ اور جو شخص اللہ ہی کے لئے کھڑا ہوا ہے وہ ضرور انصاف ہی کرے گا۔ لیکن اپنے نفس اور دوستوں عزیزوں کی رعایت کے مقام میں یہ خیال گزر سکتا ہے کہ ان تعلقات کی رعایت بھی تو اللہ ہی کے لئے ہے۔ اس لئے وہاں لفظ قسط کو مقدم لاکر اس کی طرف ہدایت کر دی کہ: وہ رعایت اللہ کے لئے نہیں ہو سکتی جوعدل وانصاف کے خلاف ہو۔اور سورة مائدہ میں دشمنوں کے ساتھ عدل و انصاف برتنے کا حکم دینا تھا تو وہاں لفظ " للہ" کو مقدم لا کر انسانی فطرت کو جذبات میں مغلوب ہونے سے نکال دیا۔ کہ تم لوگ اللہ کیلئے کھڑے

ہوجس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ دشمنوں کے ساتھ بھی انصاف کرو۔

خلاصہ یہ ہے کہ سورۃ نساء اور مائدہ کی دونوں آیتوں میں دو چیزوں کی طرف ہدایت ہے۔ ایک یہ کہ خواہ معاملہ دوستوں سے متعلق ہو یا دشمنوں سے متعلق، عدل وانصاف کے حکم پر قائم رہو۔ نہ کسی تعلق کی رعایت سے اس میں کمزوری آنی چاہیے اورنہ کسی کی دشمنی و عداوت سے۔

دوسری ہدایت ان دونوں آیتوں میں اس کی بھی ہے کہ: سچی شہادت اورحق بات کے بیان کرنے سے پہلو تہی نہ کی جائے تاکہ فیصلہ کرنے والوں کو حق اورصحیح فیصلہ کرنے میں دشواری پیش نہ آئے۔

قرآن کریم نے اس مضمون پر کئی آیتوں میں مختلف عنوانات سے زور دیا ہے، اور اسکی تاکید فرمائی ہے کہ لوگ سچی گواہی دینے میں کوتاہی اور سستی نہ برتیں۔ایک آیت میں نہایت صراحت کیساتھ یہ حکم دیا۔ولاتکتموا الشھادۃ و من یکتمھا فإنہ اثم قلبہ" گواہی کو چھپاؤ نہیں اور جو شخص چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہو گا۔ جس سے سچی گواہی دینا واجب اور اس کا چھپانا شخت گناہ ثابت ہوا۔

لیکن اس کے ساتھ ہی قرآن حکیم نے اس پر بھی نظر رکھی ہےکہ لوگوں کوسچی گواہی دینے سے روکنے والی چیز در اصل یہ ہے کہ گواہ کو بار بار عدالتوں کی حاضری اور فضول قسم کی وکیلانہ جرح سے سابقے پڑتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہیکہ جس شخص کا نام کسی گواہی میں

آگیا وہ ایک مصیبت میں مبتلا ہو گیا۔ اپنے کار وبار سے گیا اور مفت کی زحمت میں مبتلا ہوا۔

اس لئے قرآن کریم نے جہاں سچی گواہی دینے کو لازم اور واجب قرار دیا، وہیں یہ بھی ارشاد فرما دیا" و لایضار کاتب ولا شھید" یعنی معاملہ کی تحریر لکھنے والوں اور گواہوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔______معارف القرآن

آج کی عدالتوں اور ان میں پیش ہونے والے مقدمات کی اگر صحیح تحقیق کی جائے تو معلوم ہوگا کہ موقع پر موجود اور سچے گواہ شاذونادر کہیں ملتے ہیں۔ سمجھ دار شریف آدمی جہاں کوئی ایسا واقعہ دیکھتا ہے وہاں سے بھاگتا ہےکہ کہیں گواہی میں نام نہ آجائے، پھر پولیس ادھر ادھر کے گواہوں سے خانہ پری کرتی ہے اور نتیجہ اسکا وہی ہوتا ہےجو رات و دن مشاہدہ میں آ رہا ہے کہ فیصد دس پانچ مقدمات میں بھی حق و انصاف پر فیصلہ نہیں ہو پاتا اور عدالتیں بھی مجبور ہیں، جیسی شہادتیں ان کے پاس پہنچتی ہیں وہ انہیں کے ذریعہ کوئی نتیجہ نکال سکتی ہیں اور انہیں کی بنیاد پر فیصلہ کر سکتی ہیں۔

مگر اس بنیادی غلطی کو کوئی نہیں دیکھتا کہ اگر گواہوں کے ساتھ شریفانہ معاملہ کیا جائے اور ان کو باربار پریشان نہ کیاجائے تو اچھے بھلے نیک اور سچےآدمی قرآنی تعلیمات کے پیش نظر گواہی میں آنے سے باز نہ رہیں گے۔ مگر جو کچھ ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ معاملہ کی ابتدائی تحقیق جو پولیس کرتی ہے وہی بار بار بلا کر گواہ کو اتنا

پریشان کردیتی ہے کہ وہ آئندہ اپنی اولاد کو کہہ کر مرتا ہے کہ کبھی کسی معاملہ کے گواہ نہ بننا۔

پھر اگر معاملہ عدالت میں پہنچتا ہے تو وہاں تاریخوں پر تاریخیں لگتی ہیں۔اور ہر تاریخ پر اس ناکردہ گناہ کو حاضری کی سزا بھگتنی پڑتی ہے، اس طولانی ضابطہ کاروائی نے جو انگریز اپنی یادگار چھوڑ گیا ہے، ہماری ساری عدالتوں اور محکموں کو گندہ کیا ہوا ہے۔ قدیم سادہ طرز پر جو آج بھی حجاز اور بعض دوسرے ممالک میں رائج ہے نہ مقدمات کی اتنی کثرت ہوتی ہے اور نہ ان میں اتنا طول ہوتا ہے، نہ گواہوں کو گواہی دینا مصیبت بنتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ضابطہ شہادت اور ضابطہ کاروائی اگر قرآنی تعلیمات کے مطابق بنایا جائے تو اسکی برکات آج بھی آنکھوں سے مشاہدہ ہونے لگیں، قرآن نے ایک طرف واقعہ سے باخبر لوگوں پر سچی شہادت ادا کرنے کو لازم و واجب قرار دے دیا ہے تو دوسری طرف لوگوں کو ایسی ہدایتیں دے دی ہیں کہ گواہوں کو بلا وجہ پریشان نہ کیا جائے بلکہ کم سے کم وقت میں ان کا بیان لے کر فارغ کردیا جائے،

بہرحال اس پوری تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ مذہب اسلام کا جو قانون عدالت و ضابطہ شہادت ہے وہ بھی مذہب اسلام ہی کاخاصہ اور اسی کا طرہ امتیاز ہے، دنیا کی کسی قوم کسی عدالت یا کسی مذہب وملت کے پاس اس کی نظیر و مثال نہیں، دنیا کی عدالتوں کاحال تو ایسا ہے کہ جج وکیل گواہ چند سکوں پر بکتے ہیں، عہدہ اور کرسی کے

لئے دین و ایمان کا سودا کرتے ہیں، آج کی ان لنگڑی لولی اندھی بہری عدالتوں میں طاقتور کی لاٹھی چلتی ہے، اہل ثروت کاپیسہ بولتا ہے اور عہدہ اور منصب ہی کی دال گلتی ہے، اور غریب مزدور کا خون چوسا جاتا ہے، سچوں کو جھوٹا کہ کر، معصوموں کو مجرم بتا کر سلاخوں کے پیچھے ڈالا جاتا ہے، دنیا اگر عدل کامل چاہتی ہے اور انصاف کی خواہاں ہے تو یہ یقین جان لے کہ یہ گوہر نایاب دین اسلام کے دامن عدل و انصاف اور تعلیمات قرآن وسنت کے علاوہ کہیں کسی اور مذہب وملت کے پاس نہیں مل سکتا، اس لئے ہمارا محبوب اور پسندیدہ مذہب: مذہب اسلام ہے، (فالحمد للہ علی ذالک والشکر لہ شکرا جزیلا)

"" "" "" "" "" "" "" "" "" "" "" "" "" "" "" "" "" ""

دلیل/11_مذہب اسلام کی فوقیت باعتبار

__حسن أخلاق اور پاکیزہ کردار__

ہمارا مذہب یعنی مذہب اسلام ویسےتو انسانی زندگی کے ہر شعبے اور ہر گوشے میں بے مثال و بے نظیر رہنمائی کرتا ہی ہے، اس کیساتھ حسن اخلاق اور پاکیزہ کردار پر انتہائی زور دیتا ہے، اور بے مثال وگراں قدر رہنمائی پیش کرتا ہے، یہاں تک کہ پیغمبر اسلام، محسن کائنات، سرکار مدینہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حسن اخلاق کو اپنی بعثت کا مقصد قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے" بعثت لأتمم مکارم الاخلاق" میں اس لئے مبعوث کیا گیا ہوں تاکہ مکارم اخلاق یعنی حسن اخلاق کی تکمیل کر دوں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے،

ولا تستوی الحسنۃ و لا السیئہ، ادفع بالتی ھی احسن، فإذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کأنہ ولی حمیم وما یلقاھا إلا الذین صبروا وما یلقاھا إلا ذو حظ عظیم (الآیہ)

اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتی، آپ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیں تو یہ ہوگا کہ وہ شخص کہ آپ کے اور اس کے درمیان دشمنی ہوگی تو وہ بھی گہرا دوست ہو جائےگا، اور یہ خوبی تو وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں جو صبر کرنے والے ہوں اور یہ خوبی وہی حاصل کر سکتے ہیں جو بڑے نصیبہ والے ہوتے ہیں،،

یعنی جزاء اور حسن انجام کے لحاظ سے دونوں برابر نہیں، مطلب یہ کہ جہانتک ممکن ہو انسان کو چاہئے کہ وہ اچھی خصلتیں اختیارکرے، اور برائیوں کو ترک کرے، غصہ اور غضب کو چھوڑ کرصبر کو اختیار کرے، جہالت کو ترک کر کے برداشت کو اختیار کرے، اور انتقام کے بجائے درگذر کرے، اور بخل پر سخاوت کو، بزدلی پر دلیری کو، بے لگامی پر عفت کو ترجیح دے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: حکم دیا گیا ہے کہ اگر کوئی غصہ کرے تو اس کے مقابلہ میں صبر کیا جائے، کوئی جہالت کرے تو تحمل کرے اور کوئی بدسلوکی کرے تو اس کو معاف کردیا جائے۔ پھر یکایک ایسا ہوگا کہ وہ شخص کہ آپ کے اور اس کے درمیان دشمنی تھی وہ ایسا ہو جائے گا جیسا کوئی گہرا دوست ہوتا ہے۔

دوسری جگہ پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرمایا" إنک لعلی خلق عظیم" بے شک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں۔ “

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول صحیح مسلم میں موجود ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خلق قرآن ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آ پ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کےبارے میں پوچھا گیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے" قد افلح المؤمنون" سے دس آیات کو پڑھا، اور فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر اخلاق میں کوئی اچھا نہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کےصحابہ اورگھر والوں میں سے کسی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و سلم کو نہیں بلایا، مگر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے جواب میں کہا لبیک۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وانک لعلی خلق عظیم، کوئی خلق محمود ذکر نہیں کیا گیا مگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اس میں وافر حصہ ہوتا۔

جنید بغدادی نے کہا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق کو عظیم کہا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سواء یہ کہنے کی کسی کی ہمت نہ تھی۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلق کو عظیم نام دیا گیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم میں مکارم اخلاق جمع ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ادب سکھایا، اس کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اطاعت کی، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے" خدالعفو و امر بالعرف واعرض عن الجھلین" نبی

کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نےارشاد فرمایا” مجھے میرے رب نے اچھا ادب سکھایا کیونکہ ارشاد فرمایا: خذ العفو وأمر بالعرف واعرض عن الجھلین۔ جب میں نے اسے قبول کر لیا تو فرمایا، وإنک لعلی خلق عظیم“

امام ترمذی نے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے راویت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے ارشاد فرمایا" اتق اللہ حیثماکنت واتبع السیئۃ الحسنۃ تمحھا وخلاق الناس بخلق حسن" جہاں کہیں رہو اللہ سے ڈرو، اور برائی کے بعد اچھائی کرو جو برائی کو مٹا دے، اور لوگوں کے ساتھ خلق حسن کے ساتھ معاملہ کرو،،

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم نے ارشاد فرمایا” قیامت کے روز مومن کے میزان میں اچھے اخلاق سے بڑھ کر کوئی وزنی چیز نہ ہوگی، بیشک اللہ تعالیٰ فحش یاوہ گوئی کرنے والے کو ناپسند کرتے ہیں،،

انھیں سے یہ بھی مروی ہے کہ: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا" مامن شیء یوضع فی المیزان اثقل من حسن الخلق و إن صاحب حسن الخلق لیبلغ بہ درجۃ صاحب الصلاۃ والصوم" جو چیز میزان میں رکھی جاتی ہے حسن خلق سے بڑھ کر کوئی وزنی چیز نہ ہوگی، اچھے اخلاق والا نماز پڑھنے والے اور روزہ رکھنے والےکے درجہ تک جا پہنچتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا: سب سے زیادہ کونسی چیز لوگوں کو جنت میں داخل کرے گی؟ فرمایا ” اللہ سے تقویٰ اور حسن خلق، پوچھاگیا: کون سی چیز سب سے زیادہ لوگوں کو جہنم میں داخل کریگی؟فرمایا”منہ اور شرمگاہ،

حضرت عبداللہ بن مبارک سے مروی ہے: آپ نےحسن خلق کے بارے میں فرمایا: ترشروئی نہ کرنا، نیکی کرنا اور اذیت کو دور کرنا،

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا” قیامت کے روز مجھے سب سے محبوب اور میرے سب سے قریب وہ ہو گا جو تم میں سے اخلاق میں سب سے اچھا ہو گا، فرمایا: قیامت کے روز تم میں سے سب سے زیادہ مبغوض اور مجلس میں سب سے دور وہ ہو گا جو ثرثارون" زیادہ باتیں کرنے والے" متشدقون" زبان دراز" اورمتفیھقون ہیں، صحابہ نے عرض کیا: ہم ثرثارون اور متشدقون کو تو جانتے ہیں، یہ متفیھقون کون ہیں فرمایا” متکبر لوگ “

حقیقت یہی ہے کہ اخوت وبھائی چارہ، حسن اخلاق و حسن کردار، اور بلا تفریق مذہب وملت خالص انسانیت کی بنیاد پر ہر انسان کے ساتھ بھلائی خیر خواہی اور روا داری: مذہب اسلام کا ایک اہم نصب العین اور طرہ امتیاز ہے،

اسلامی تعلیمات ہی کا یہ اثر تھا کہ دلوں میں سالہاسال کی پرانی حمیت جاھلیت"جاہلانہ غیرت" اور ضد" کو بساکر رکھنے والوں کو انسانیت کا ایسا درس دیا گیا کہ جو دشمن تھے وہ دوست بن گئے، جو رقیب تھے وہ رفیق بن گئے، اور جو عدو تھے وہ حبیب بن گئے، اسی کو قرآن مقدس نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے" و اذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم أعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا" اللہ کی اس نعمت کو. یاد کرو جب تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ رب العزت نے تمھارے دلوں کو جوڑ دیا پھر تم اللہ کی نعمت یعنی اس کی خاص رحمت سے بھائی بھائی بن گئے،

مذھب اسلام نےحضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، انصار و مہاجرین اور اوس و خزرج کے درمیان مواخات اوربھائی چارہ کی جو روشن تاریخ رقم کی ہے پوری تاریخ انسانیت میں اس کی کوئی ادنی سے ادنی درجہ میں بھی نظیر و مثال نہ ماضی میں کہیں کسی بھی قوم و ملت کے دامن میں تھی نہ زمانہ حال میں ہے اور نہ ہی مستقبل میں وجود پذیر ہو سکتی ہے، چنانچہ: وہی اوس وخزرج جنکے مابین سالہا سال سے مسلسل جنگ چلی آرہی تھی جس میں ہزارہا ہزار انسانوں کا خون بہ چکا تھا، جب باپ مرتا تو بیٹے کو وصیت کرتا کہ دشمن کے خلاف کسی بھی صورت میں جنگ بند مت کرنا اور میدان سے پیچھے مت ہٹنا ورنہ قبیلے کی ناک کٹ جائے گی، انھیں اوس و خزرج کے درمیان ایک جنگ چالیس سال تک چلتی رہی جس کا نام تھا جنگ بسوس،

یہ جنگ ایک بہت ہی معمولی بات پر شروع ہوئی تھی، وہ یہ کہ ایک شخص کی مرغی کا بچہ "چوزہ" دوسرے کے کھیت میں داخل ہوگیا اوراس کی کھیتی کو کچھ معمولی نقصان پہونچا دیا، اب ذرا تصور فرمائیں: کہ ایک چوزہ کسی کھیت میں داخل ہو کر کھیتی کو کتنا نقصان پہونچا سکتا ہے؟ مگر اسی حمیت جاہلیت کا یہ ادنی کرشمہ تھا کہ اتنی سی بات پر کھیت والا آیا اور چوزے کو مار دیا، پھر مرغی والا آ گیا دونوں میں تکرار ہوئی، بات آگے بڑھ گئی، یہاں تک کہ دونوں نے اپنے اپنے قبیلے کو پکارا اور دونوں قبیلے آمنے سامنے صف آرا ہو گئے تلواریں بے نیام ہوکر خون پینے کے لئے تڑپنے لگیں اور پھر لڑائی جو شروع ہوئی تو چالیس سال تک چلتی رہی،

مگر وہی بات بات پر لڑنے لڑانے، مرنے اور مارنے والے جب دامن اسلام سے وابستہ ہوگئے، اسلامی تعلیمات کو اپنا لیا اور دامن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں جگہ مل گئ تو پھر وہی ایسے شیر و شکر ہو گئے کہ آسمان کی آنکھوں نے کونوا عباد اللہ اخوانا کا ایسا حسین منظر نہ تو کبھی دیکھا تھا اور نہ قیا مت تک دیکھنا نصیب ہوگا،،

تاریخ انسانی میں وہی اوس وخزرج رحماء بینھم کی جیتی جاگتی، زندہ وجاوید تصویر بن گئے، اور اخوت و بھائی چارہ کا یہ عالم ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں سیدنا بلال، ایک موقعہ پر فرمایا سیدنا ابو بکر وسیدنا بلال، رضی اللہ عنہم اجمعین،

حقیقت واقعی اس کے سواء اور کچھ نہیں کہ ٹوٹے ہوئے دلوں کوجوڑ نے کا، دشمن کو دوست بنانے کا، پرائے کو سینے سے لگانے کا اور بحیثیت انسان بلا امتیاز مذھب و ملت ہر کسی کے ساتھ مواسات و مواخات، حسن اخلاق و مدارات اور مودت ومحبت سے پیش آنے کا یہ درس عظیم صرف اور صرف مذہب اسلام ہی دیتا ہے، دنیا کے اور کسی دین و مذہب میں اخوت و بھائی چارہ کی ایسی تعلیم آپ کو نھیں مل سکتی،

یہ چند آیات و روایات بطور نمونہ یہ دکھانے کے لئے پیش کیا ہےکہ یہ مذہب اسلام کی وہ تعلیم ہے حسن اخلاق کے باب میں جس کی نظیر اور مثال دنیا کے باقی سارے مذاہب پیش کرنے سے عاجز وقاصر ہیں، پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ساری زندگی حسن اخلاق کے گوہر نایاب سے بھری ہوئی اور پاکیزہ کردار کے سدا بہار پھولوں سے سجی ہوئی ہے، وہ فتح مکہ کی تاریخ محتاج بیان نہیں، دنیا کے بادشاہوں کا قدیم دستور ہے کہ جب وہ کسی شہر یابستی میں فاتحانہ داخل ہوتے ہیں تو خواہ وہ ظالم اور اہل شہر مظلوم ہی کیوں نہ ہوں، لیکن فتح کے نشہ میں چور غرور و گھمنڈ میں انکی شان وہی ہوتی ہے" إن الملوک إذا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوا اعزۃ اھلھا أذلۃ" کہ بادشاہ لوگ جب کسی بستی میں فاتحانہ داخل ہوتے ہیں تو اس میں فساد مچاتے ہیں اس بستی کے باعزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں، لیکن قربان جائیں نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان رحیمی اور مکارم اخلاق کے کہ وہی شہر جہاں تیرہ سال اذیتوں کی خوفناک

اوروحشت ناک چکیوں میں پستے ہوئے انتہائی درجہ مظلومیت کے گذرے تھے اور اب تک کی آٹھ سالہ مدنی زندگی میں انھیں ظالموں کی رات دن کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سےکبھی چین سے بیٹھنا نصیب نہیں ہوا تھا، آج جب اسی شہر مکہ میں فاتحانہ داخل ہورہے ہیں تو سر مبارک شان عبدیت سے جھکا ہوا ہے، اور زبان اقدس خدائے وحدہ لا شریک لہ کے ذکر سے رطب اللسان ہے، نہ کوئی کر وفر ہے نہ کوئی انداز شہنشاہی اور نہ ہٹو بچو کی صدائیں، ایسے میں ایک جان نثار کی زبان سے فتح کی خوشی اور فرط مسرت میں ایک جملہ نکل جاتا ہے" الیوم یوم الملحمہ“تو فورا ان کو تنبیہ فرماتے ہیں کہ یوں مت کہو بلکہ کہو" الیوم یوم المرحمۃ" کہ آج کا دن رحمت و معافی اور مکارم اخلاق کا دن ہے،

پھر جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکہ کے اندر داخل ہوئے اس شان سے کہ وہ تمام لوگ جنھوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں پر مظالم ڈھائے تھے، مکہ سے نکالا اور مدینہ میں بھی چین کا سانس نہیں لینے دیا تھا، وہ سب سامنے سرنگوں تھے،ان میں سے ایک ایک کا سر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں تھا، جس طرح چاہتے روند دیتے، ان کی گردنیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پنجوں میں جکڑی ہوئی تھیں جس طرح چاہتے مروڑ دیتے، کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں تھی، بلکہ وہ تمام اہل مکہ عاجز و لاچار کھڑے سوچ رہے تھے کہ نہ جانے آج ہمارے ساتھ کیا معاملہ کیاجائیگا، وہ

سوچ رہے تھے کہ ہمارے ان تمام مظالم کا ایک ایک کرکے بدلہ لیا جائے گا، آج ہمارے گلوں میں رسیوں کاپھندہ ڈال کر مکہ کی گلیوں میں کھسیتا جائیگا، گرم اور تپتی ریت پر لٹاکر اوپر سے پتھر کی گرم چٹان رکھی جائے گی جس طرح ہم نے کبھی بلال کو لٹایا تھا،آج ہمیں بھی لوہے کی گرم سلیوں سے داغا جائے گا اور آگ کے انگاروں پر لٹایا جایے گا جس طرح ہم نے کبھی خباب کو لٹایا تھا،آج ہمیں اسی طرح برچھا مارا جائےگا جس طرح ہم نے کبھی سمیہ کو مارا تھا، آج ہمیں چٹائی میں لپیٹ کر دھونی دی جائے گی جس طرح ہم نے کبھی عثمان کو دیا تھا، آج ہمیں مکہ سے بے یار ومدد گار نکالا جائے گا جس طرح ہم نےآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اور مسلمانوں کو کبھی نکالا تھا، تمام اہل مکہ اسی فکر و رنج میں ڈرے اور سہمے ہوئے سر جھکائے کھڑے تھے کہ یکایک ایک انتہائی رحمت و رأفت میں ڈوبی ہوئی صدائے دلنواز و دل گداز بلند ہوتی ہے"لا تثریب علیکم الیوم و أنتم الطلقاء" آج کسی سے کوئی مؤاخذہ نہیں، کسی سے کوئی بدلہ نہیں لیا جائے گا، جاؤ آج تم سب کے سب آزاد ہو، یہ پروانہ آزادی اپنوں کو نہیں غیروں کو، دوستوں کو نہیں جانی دشمنوں کو مل رہا ہے،

کون نہیں جانتا وہ طائف کا واقعہ جس میں ظالموں نے پتھروں کی بارش کرکے لہو لہان کردیا، اورجوتیوں کوخون سےبھر دیا، یہانتک کہ قدرت الہی کوجلال آ گیا اور ان تمام ظالموں کو صفحہ ہستی سےمٹاکر نیست ونابود کرنے کے لئے آسمان سے فرشتوں کو اتار دیا، ان ظالموں کی تباہی اور نابودی میں صرف اتنی سی ہی کسر باقی رہ گئی تھی کہ

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہاں فرما دیں،لیکن قربان جائیں اس محسن انسانیت کی انسانیت نوازی کے،فداء ہوں سارے جان ودل اس پیکر مکارم اخلاق پر کہ بجائے عذاب پر ہاں کرنے کے انھیں ظالموں کے حق میں آسمان کی جانب بارگاہ رب ذوالجلال میں دست دعا بلند ہو جاتاہے"أللهم إهد قومي فإنهم لايعلمون" اے میرے اللہ میری قوم کو بخش دیجئے, انھیں ہدایت دے دیجئے، انھیں ہلاک نہ کیجئے، یہ تو معذور ہیں، انکاعذر یہ ہے کہ انھوں نے مجھے جانا نہیں پہچانا نہیں کہ میں انکا خیرخواہ ہوں یا بدخواہ، بس یہ ان کا عذر ہے، اور مجھے یقین ہے کہ اگر آج یہ نہیں تو کل انکی نسلیں مجھےپہچانیں گی، اور جس دن یہ مجھے پہچان لیں گے اس دن سے یہ روئے زمین پر تجھے سجدہ کرتے پھرینگے، تیرے نام کا کلمہ بلند کرینگے، اس طرح عذاب کیلئے آسمان سے اترے ہوئے فرشتوں کو واپس فرما دیا،

کیا دنیا کے کسی مذہب وملت کے پاس حسن اخلاق اور پاکیزہ کردار کی ایسی کوئی مثال ہے؟ اگر ہے کسی کے پاس تو" هاتوا برهانكم إن كنتم صادقين" لاؤ پیش کرو دنیا کے سامنے اگر سچے ہو،اور بتاؤ کہ ہاں ہمارے پاس بھی ایسی مثالیں ہیں،اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں ہے تو پھر دیر کس بات کی اپنی شکست کو تسلیم کرو، اوردامن اسلام سے وابستہ ہو کر دنیا وآخرت کی سرخروئی حاصل کرو، ورنہ تو اسلام اور پیغمبر اسلام سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی اسی طرح کے مکارم اخلاق کے نمونوں سے بھری پڑی ہے، یہ تو صرف معمولی

سی ایک جھلک ہے جو دنیا کو آئینہ دکھانے کے لئے پیش کی گئی ہے، اسلئے اسلام ہی ہمارا پسندیدہ مذہب ہے،،

© 2026 AL BALAGH AL QASMI. All Rights Reserved.